© rasailojaraid.com

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی

تحریر: حافظ شبیر احمد استاذ فقہ و ممبر دارالافتاء شعبہ
علوم اسلامیہ 'اسلامیہ یونیورسٹی' بہاولپور

نام: محمد بن حسن بن فرقد شیبانی

کنیت: ابو عبداللہ 'جس نے آپ کے دادا کا نام "فرقد" کی بجائے "واقد" بیان کیا ہے۔ اس نے غلطی کی ہے۔(۱)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپؒ کا نام ونسب: محمد بن حسن بن طاؤس بن ھرمز ملک بنی شیبان ہے۔(۲) مگر صحیح پہلا ہی ہے کیونکہ قدیم وجدید مؤرخین کا اسی پر اتفاق ہے۔

ولادت: جس طرح عراق منتقل ہونے سے قبل امام محمدؒ کے خاندان کے وطن کے تعین کے بارے میں مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے' اسی طرح ان کی ولادت کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ اسی طرح آپ کے نسب کے بارے میں بھی اس لحاظ سے اختلاف ہے کہ آیا آپ عربی النسل شیبانی تھے یا غیر عربی تھے۔ تاہم قبیلہ شیبانیہ سے تعلق اور نسبت علاقہ ولاء کی بنا پر ہے۔(۳)

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ امام محمدؒ کی ولادت ۱۳۱ھ میں ہوئی' بعض کے خیال میں ۱۳۳ھ اور بعض کے خیال میں ۱۳۵ھ میں ہوئی(۴)

جن مؤرخین کی رائے میں امام موصوف ۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی یہ رائے صریح غلطی یا سراسر سہو ہے۔(۵) اس کی وجہ یہ ہے کہ امام محمدؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ہے' ان کے ساتھ مضبوط تعلق رہا ہے' اور ان سے بہت سی روایات نقل کی ہیں۔ امام سرخسی کا بیان ہے کہ: امام محمدؒ اس وقت امام ابو حنیفہؒ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے جبکہ آپ بلوغ کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔(۶) مناقب الکردری(۷) میں خود امام محمد کا اپنا یہ قول موجود ہے کہ: میرے والد مجھے امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں لے آئے جبکہ میری عمر چودہ برس تھی۔ نیز فرمایا: امام ابو حنیفہؒ نے مجھے داغ مفارقت دیا جبکہ میری عمر سترہ برس تھی۔

معروف و متفق علیہ بات یہی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی' اور یہ بات ناقابل فہم ہے کہ انہوں نے صرف ایک سال یا اس کے قریب امام ابو حنیفہؒ کی شاگردی اختیار کی ہو' کیونکہ جس قدر امام محمدؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے استفادہ کیا ہے'۔ ان سے نقل کیا ہے اور ان کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معیت میں رہ کر جو حالات وواقعات پیش آئے' وہ اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ ان کا اپنے استاد سے تعلق اور ان کی شاگردی میں رہنے کا عرصہ ایک سال سے کہیں زیادہ عرصے پر محیط ہے۔ اس سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہو جاتی ہے جو امام محمدؒ کی ۱۳۵ء میں ولادت کے قائل ہیں

اس بات کو مزید تقویت وہ بیان دیتا ہے جو "طبقات الفقہاء للشیرازیؒ" (۹) اور "وفیات الاعیان لابن خلکان" (۱۰) میں ہے کہ : امام محمدؒ کئی سال تک امام ابو حنیفہؒ کی مجلس میں شریک رہے' پھر ان کی وفات کے بعد امام ابو یوسفؒ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ (۱۱)

جن مؤرخین کا خیال ہے کہ امام محمدؒ کا سنِ ولادت ۱۳۲ھ ہے' (وہ متقدمین میں سے چوٹی کے مؤرخین ہیں۔ مثلاً ابن سعد (۱۲) اور طبری (۱۳)' مگر جب وہ ان کی تاریخ وفات بیان کرتے ہیں' تو ۱۸۹ھ بتاتے ہیں' جس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ : وفات کے وقت آپ اٹھاون برس کے تھے' اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام موصوف کی ٹھیک تاریخ ولادت ۱۳۱ھ ہے جیسا کہ بعض دیگر مؤرخین کا خیال ہے۔

مرحوم شیخ محمد زاھد الکوثری امام محمدؒ کی تاریخ ولادت ۱۳۲ھ قرار دیتے ہیں' اس لئے کہ قدیم ترین مؤرخین کا اسی پر اتفاق ہے' لیکن اس تاریخ کے بارے میں شبہ پھر بھی قائم رہتا ہے کہ خود انہی مؤرخین کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ امام محمدؒ ۱۸۹ھ کو اٹھاون سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

شاید درست بات یہی ہے کہ امام محمدؒ ۱۳۱ھ کے اواخر یا ۱۳۲ھ کے اوائل میں پیدا ہوئے' اور ۱۸۹ھ کے اواخر میں فوت ہوئے۔ (۱۴)

<u>وطن</u> : بلا اختلاف امام محمدؒ عراق کے شہر "واسط" میں پیدا ہوئے اور آپ کا خاندان آپؒ کی ولادت سے قبل اس شہر میں منتقل ہو چکا تھا۔ اختلاف جو کچھ بھی ہے وہ آپؒ کے اصلی وطن کے بارے میں ہے کہ آیا دمشق کے "غوطہ" نامی شہر کی بستی "حرستا" آپ کا اصلی وطن تھا' یا "رملہ" کے قریب فلسطین کی بستی تھا' یا جزیرہ کی سرزمین آپ کا وطن تھا۔ جہاں سے آپ شام کی طرف' پھر وہاں سے عراق کی طرف منتقل ہوئے ؟

جمہور مؤرخین ' بالخصوص اصحاب طبقات اور کتب انساب (۱۵) میں سے بعض کی رائے یہ ہے کہ امام محمدؒ کا اصل وطن "حرستا" بستی تھا۔ ابن عساکر (۱۶) نے امام موصوف کے حالات زندگی تحریر کرتے ہوئے ان کا نام ونسب یوں بیان کیا ہے : الحسن بن فرقد الشیبانی الحرستی۔ چنانچہ ان کو "حرستا" کی طرف منسوب کرکے' اس نسب کو مزید تقویت اپنے اس قول سے پہنچائی ہے کہ وہ دمشق کے شہر غوطہ کی ایک بستی "حرستا" کے باشندے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مگر صیمری اپنی کتاب ''اخبار ابی حنیفہ واصحابہ'' میں بیان کیا ہے کہ : امام محمدؒ کا اصل وطن فلسطین کے ایک شہر ''رملہ'' کی کوئی بستی تھا۔(۱۶)

اس کے برعکس ابن سعد' طبری اور صاحب تاریخ بغداد نے اپنی بعض روایات میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ : امام موصوف کا اصل تعلق ''جزیرہ'' سے تھا' اور یہ کہ آپؒ کے والد ماجد اہل شام کے لشکر میں موجود تھے' اور جب یہ لشکر ''واسط'' پہنچا تو وہاں امام محمدؒ کی ولادت ہوئی۔(۱۷)

مرحوم زاہد الکوثری کا رجحان اسی رائے کی طرف ہے۔(۱۸) تاہم اس پر وہ یہ اضافہ کرتے ہیں کہ امام محمدؒ کے والد نے لشکر شام میں شامل ہونے کے بعد ایک مرتبہ ''حرستا'' میں قیام کیا اور ایک مرتبہ فلسطین کی کسی بستی میں قیام پذیر رہے' اور یہ دونوں شام ہی کے علاقہ میں ہیں' جبکہ ''واسط'' میں اپنی تفویض شدہ ڈیوٹی ادا کرنے کی غرض سے قیام کیا تھا۔

شیخ کوثری مرحوم کی یہ رائے مؤرخین کی آراء کے درمیان محض تطبیق دینے کی ایک کوشش کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ لیکن تاریخی دلائل اس انداز فکر کی تائید نہیں کرتے۔ اس کے باوجود اس رائے کو قبول کرنا ممکن تھا' اگر عام مؤرخین بالخصوص اصحاب طبقات کا اس پر اتفاق نہ ہوتا کہ : امام محمدؒ کا اصلی وطن ''حرستا'' ہی تھا۔ یہ ایسا اجماع ہے جو مختلف آراء کے درمیان ترجیح اور صحت کے زیادہ قریب ہونے کی بناء پر باعث اطمینان ہے۔ یعنی ''حرستا'' نامی بستی ہی امام محمدؒ کے خاندان کا اصل وطن تھا۔

قدیم اور جدید علماء کا امام محمدؒ کے عربی النسل ہونے میں اختلاف ہے۔ بعض معاصرین کا یہ خیال کہ امام موصوف کے موالی میں سے ہونے پر اتفاق ہے' محض ایک سطحی خیال ہے۔ ابو منصور عبد القاہر بن طاہر تمیمی بغدادی شافعی نے ''کتاب التحصیل فی اصول الفقہ'' میں بیان کیا ہے' جسے جلال الدین سیوطی نے ''جذیل المذاہب فی اختلاف المذاہب'' میں درست قرار دیا ہے کہ : امام محمد عربی النسل شیبانی تھے' اس کے برعکس جمہور اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ آپؒ غیر عربی النسل تھے اور قبیلہ شیبانیہ کی طرف آپ کی نسبت ولاء کی بنا پر ہے۔

استاذ شیخ محمد ابو زہرہ مرحوم کا میلان اس طرف ہے کہ امام محمدؒ عربی النسل شیبانی تھے۔(۱۹) اس لئے کہ جن لوگوں کی رائے میں امام موصوف ولاء کی بنا پر شیبانی تھے نہ کہ نسب کے اعتبار سے' تو انہوں نے یہ بیان نہیں کیا کہ وہ کس قسم سے تعلق رکھتے تھے' فارسی تھے' ترکی تھے یا کردی تھے۔ جب انہوں نے اس بات کی وضاحت نہیں کی تو پھر قابل ترجیح بات یہی ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپؒ عربی النسل ہی تھے۔ کیونکہ اگر آپؒ غیر عربی ہوتے تو یہ علماء آپؒ کا وہ نسب بیان کرتے جس کی طرف خون کے اعتبار سے آپؒ منسوب تھے۔ مگر بالعموم مؤرخین کا طریقہ یہ رہا ہے کہ وہ کسی شخص کی وہ قومیت بیان کر کے جس کی طرف وہ منسوب ہوتا ہے صرف اتنا کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ :مولی بنی تمیم'یامولی عبدالقیس یامولی بنی شیبانی --- شیخ ابو زہرہ نے مقدمہ کتاب "السیرالکبیر" میں اپنی مذکورہ رائے کے برعکس اپنی کتاب "ابو حنیفہ" میں صفحہ ۲۰۶ پر اس بات کی وضاحت کی ہے کہ شیبان کی طرف امام محمدؒ کی نسبت ولاء کے اعتبار سے ہے نہ کہ اصل نسب کے اعتبار سے' تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مقدمہ "السیرالکبیر" میں بیان کردہ ان کی رائے کو اس سے رجوع قرار دیا جائے اور "ابو حنیفہ" میں بیان کردہ رائے کو صحیح قرار دیا جائے ؟

پھر جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ امام ولاء کے اعتبار سے شیبانی تھے نہ کہ نسب کے اعتبار سے' آپؒ کے غیر عربی ہونے کو قابل ترجیح بنادیا ہے' اور بعض محدثین نے بھی اسی رائے کو اختیار کیا ہے(۲۰)

امام محمدؒ کے عربی النسل ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں یہ جھگڑا واختلاف اس عصبیت کی عکاسی کرتا ہے جسے اسلام نے مٹایا ہے' کیونکہ دین اسلام پوری بنی نوع انسان کے لئے آیا ہے' اور ان کو کنگھی کے دانتوں کی طرح یکساں قرار دیا ہے' اس نے فضیلت وشرافت کی بنیاد تقویٰ اور عمل صالح پر رکھی ہے' نہ کہ رنگ ونسل' قومیت اور حسب ونسب پر۔ چنانچہ کسی شخص کے محض عربی النسل ہونے کی بنا پر شرف ومرتبہ حاصل نہیں ہوجاتا جبکہ وہ عمل صالح سے تہی دامن ہو۔ اور نہ ہی کسی کا غیر عربی ہونا اس کے مرتبہ ومقام میں کی قسم کی کمی کا باعث بنتا ہے جبکہ وہ فضیلت وشرف کے لائق اوصاف سے متصف ہو۔ امام محمدؒ اگر عربی الاصل نہ تھے تب بھی یہ چیز ان کے مرتبہ ومقام میں کچھ کمی نہیں کرتی' اور اگر وہ عربی الاصل ہوتے تب بھی ان کے شرف وبزرگی میں اس سے ہرگز کوئی اضافہ نہ ہوتا' ان کے لئے تو۔ ہر چیز سے پہلے صرف یہی بات کافی ہے کہ وہ مسلمان تھے۔ اسلام کا رشتہ ہی سب رشتوں سے گہرا ہے اور اسلام کا نسب ہی سب نسبوں سے بالاتر ہے---

ابی الاسلام لااب لی سواہ اذا انتخروابقیس اوتمیم

(جب لوگ قبیلہ قیس یا تمیم کے فرزند ہونے پر فخر کریں' تو سنو!

میں فرزندِ اسلام ہوں' اسلام کے علاوہ میرا کوئی باپ نہیں ہے)

اللہ تعالیٰ نے امام محمدؒ کو بے نظیر ذکاوت' گہری سمجھ' مضبوط حافظہ اور زرخیز قانون ساز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دماغ سے نوازا تھا۔ ان اوصاف کی بنا پر آپؒ فقہ ' حدیث اور لغت کے امام بن گئے اور دنیا کے بڑے بڑے قانونی فکر کے ماہرین میں شامل ہو گئے۔ بجا طور پر پوری انسانیت کو آپ جیسی نابغہ روزگار ہستی پر فخر و ناز کرنے کا حق ہے۔

امام محمدؒ کے والدین

امام محمدؒ کی والدہ ماجدہ کے بارے میں مؤرخین نے ہمیں کچھ نہیں بتایا۔ اسی طرح آپؒ کے بہن بھائیوں کے بارے میں بھی کچھ بتانے میں غفلت سے کام لیا ہے۔ ہمیں یقینی طور پر نہیں معلوم کہ امام محمدؒ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے یا آپؒ کے علاوہ بھی ان کی کوئی اولاد تھے؟ تاریخ نے ان کے بارے میں اس بیان کو نظر انداز کر دیا ہے اور اس ضمن میں کچھ نہیں بتایا۔ جہاں تک امام موصوف کے والد محترم کا معاملہ ہے تو ابن عساکر (۲۱) نے اپنی تاریخ میں ان کا اتنا واجبی اور سطحی سا تعارف کرایا ہے کہ ان کی تاریخ ولادت و وفات کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ صرف اس وضاحت پر اکتفا کیا ہے کہ وہ ''حرستانی'' تھے ' اور یہ کہ وہ اہل شام کی فوج میں ملازم تھے اور دولت مند تھے۔ اسی طرح امام محمدؒ کے دیگر سوانح نگار مؤرخین کی بڑی تعداد نے بھی اسی پر اکتفا کیا ہے ' لیکن یہ اتنے سطحی اشارات ہیں جو امام محمدؒ کے والد ماجد کی زندگی کے مختلف مراحل پر روشنی نہیں ڈالتے۔ اس کے علاوہ یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ وہ شام سے عراق منتقل ہوئے اور امام محمدؒ ''واسط'' شہر میں پیدا ہوئے۔۔۔ تاہم یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ حسن بن فرقد نے بے حد و حساب مال و دولت اپنے پیچھے چھوڑی جو ان کے انتہائی دولت مند ہونے کی بین دلیل ہے۔ اور یہ کہ ان کے بیٹے محمدؒ نے آسودہ و خوشحال ماحول میں نشو و نما پائی۔ جس کا امام محمدؒ کی زندگی میں خاص اثر تھا۔ چنانچہ ان کے متعلق منقول ہے کہ :وہ پیدائشی طور پر خوبصورت ' ڈیل ڈول والے ' بھرپور صحت مند اور طاقتور تھے (۲۲) خود امام محمدؒ سے منقول ہے کہ : میرے والد نے میرے لئے بہت بڑا مال چھوڑا۔ جو سارا کا سارا میں نے حصولِ علم کی راہ میں خرچ کر دیا۔

امام محمدؒ کی زندگی میں اس دولت و ثروت کا اہم اور نمایاں اثر نظر آتا ہے۔ جو بے مقصد زندگی کا ذریعہ ۔ بلکہ ایک عمدہ فائدہ مند علمی زندگی کا پیش خیمہ تھی۔ اس کی بدولت امام موصوف کو حصولِ علم کے لئے فراغت اور اس کے لئے وافر وسائل میسر تھے۔ انہوں نے پوری زندگی درس و تدریس اور تالیف و تدوین کے لئے وقف کر دی تھی۔ اس ثروت و خوشحالی اور اپنے والد سے ملنے والی میراث کے سبب ان کو اپنی گھریلو ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے اور اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اخراجات کے لئے کسب معاش کی بالکل ضرورت نہ تھی۔

حصول تعلیم

امام محمدؒ "واسط" میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں پرورش پائی۔ اس لئے کہ "واسط" میں آپؒ کے والد کا قیام زیادہ عرصہ نہ رہا کہ وہ اپنی عسکری ذمہ داری انجام دینے کی غرض سے "کوفہ" منتقل ہوگئے اور وہیں مستقل رہائش اختیار کرلی' شہر کوفہ نے امام محمدؒ کا بچپن' لڑکپن اور جوانی دیکھی' اسی طرح شاگرد اور استاد کی حیثیت سے درس کے حلقات میں آپؒ کی آمدورفت کا مشاہدہ بھی کیا۔

ہمارے پاس امام موصوف کے بچپن کی کچھ زیادہ معلومات نہیں کہ انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم کس طرح شروع کی۔ گمان غالب یہ ہے کہ آپؒ کے والد محترم نے کچھ عرصہ آپؒ کو کوفہ میں بچوں کے معلم احمد کے حوالے کیا یا آپؒ کے لئے خاص معلم کا بندوبست کیا جیسا کہ اس زمانے میں دولت مند لوگوں کا طریقہ تھا۔ (۲۳) پڑھنا لکھنا سیکھنے کے بعد امام موصوف نے قرآن کریم کا کچھ حصہ حفظ کیا اور اسی طرح کچھ احادیث نبویہ یاد کیں۔ پھر آپ کو عربی زبان اور حدیث کے دروس میں شریک ہونے کا شوق ہوا۔ کوفہ اس وقت علوم عربیہ واسلامیہ کا مرکز تھا' جب سے کبائر صحابہؓ نے وہاں رہائش اختیار کی اور حضرت علیؓ نے اسے اپنا دارالخلافہ بنایا تھا' تب سے وہ حدیث وفقہ کا گڑھ بنا ہوا تھا۔ علم اور علماء کی کثرت کی وجہ سے وہ عروج پر تھا (۲۴) کوفہ کی مساجد فقہ' حدیث' نحو' ادب اور لغت واخبار کے حلقات سے پر رہتی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کوفہ اسلامی ثقافتوں' اصل عربی روایات' بیرونی تقاضوں اور مختلف اجنبی تہذیبوں کا سنگم تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ تہذیبوں کے متضاد مسالک ورویوں کی بناء پر فکری جھگڑوں کا مرکز بن گیا تھ۔ حقیقتاً اس کی کیفیت بالکل وہی تھی جس کا نقشہ کھینچتے ہوئے امام ابو حنیفہؒ نے اسے "مدینۃ العلم" قرار دیا تھا (۲۵)

اس بلند پایہ علمی معاشرے میں امام محمدؒ نے عربی لغت اور روایت کے کچھ دروس لئے' مگر ان دروس کو وہ لمبا عرصہ جاری نہ رکھ سکے' اس لئے کہ امام ابو حنیفہؒ کے حلقہ دروس نے ان کو اپنی طرف کھینچ لیا اور وہ آپ کے نزدیک دیگر تمام حلقات درس کے مقابلہ میں زیادہ قابل ترجیح بن گیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عربی زبان وادب سے آپ کا تعلق کٹ گیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ عربی لغت وشعر کے حصول کے لئے انتہادرجے کے حریص تھے اور اس مقصد کے لئے انہوں نے اسی طرح مال خرچ کیا جس طرح حدیث وفقہ کی تعلیم کے لئے بے دریغ خرچ کیا۔ اس سب کچھ کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ وابستگی اختیار کرنے کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بعد لغت و شعر سے کہیں زیادہ حدیث و فقہ میں دلچسپی لینے لگے۔

امام ابو حنیفہؒ سے وابستگی

بعض علماء کی روایت کے مطابق امام محمدؒ کی امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ وابستگی کا سبب یہ بنا کہ آپؒ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر امام ابو حنیفہؒ کی گفتگو سنا کرتے تھے جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے۔ ایک دن امام ابو حنیفہؒ اپنے شاگردوں کو اس لڑکے کا مسئلہ سمجھا رہے تھے جو ابھی نابالغ ہو اور اس نے عشاء کی نماز پڑھ لی ہو، پھر وہ سو جائے اور اسے احتلام ہو جائے اور وہ نمازِ عشاء کا وقت ختم ہونے سے قبل بیدار ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ نمازِ عشاء وہ دوبارہ پڑھے۔ چنانچہ اتفاقاً اسی رات امام محمدؒ ایسی ہی صورتِ حال سے دوچار ہوئے، تو مسجد میں آکر دوبارہ نماز عشاء ادا کی۔ یہ دیکھ کر امام ابو حنیفہ نے ان کو اپنے پاس بلا کر پوچھا: یہ کون سی نماز ہے جو اس وقت تم نے پڑھی ہے، تو امام محمدؒ نے ان کو اپنا واقعہ بتایا جو احتلام کی صورت میں ان کو پیش آیا تھا۔ یہ واقعہ سن کر امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا: اے لڑکے، ہماری مجلس میں مستقل طور پر باقاعدہ شریک ہوا کرو، یقیناً تم کامیاب رہو گے (۲۶)

مذکورہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام محمدؒ بالغ ہونے سے قبل امام ابو حنیفہؒ کے حلقہ درس میں نہیں بیٹھے۔ بعض مؤرخین کا بیان یہ ہے کہ امام محمدؒ مذکورہ مسئلہ خود پوچھنے کے لئے امام ابو حنیفہؒ کے پاس گئے تھے نہ کہ اچانک مسجد کے دروازے پر ان سے سنا تھا (۲۷) جبکہ "الوافی بالوفیات" میں ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اس مسئلہ پر گفتگو فرما رہے تھے اور امام محمدؒ ان کے حلقہ درس میں کھڑے تھے (۲۸)

اگر صفری کا روایت کردہ مذکورہ واقعہ صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام محمدؒ بلوغ سے قبل امام ابو حنیفہؒ سے وابستہ ہو گئے تھے، اور کبھی کبھی ان کے حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے۔

لیکن کردری نے "مناقب الامام الاعظم" میں امام محمدؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: مجھے امام ابو یوسفؒ نے علم کی عزت و توقیر کرنا سکھائی، اس کی وجہ یہ ہے کہ میں امام ابو حنیفہؒ کی مجلس کے قریب ہوا اور پوچھا کہ تم میں ابو حنیفہ کون ہیں؟ تو ابو یوسفؒ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جب میں بیٹھ گیا، تو انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے امام صاحب سے پوچھا کہ آپ اس لڑکے کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو نماز عشاء پڑھ کر سو گیا پھر اسے احتلام ہو گیا (جو بالغ ہونے کی علامت ہے)۔ (۲۹)

مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام جب مسئلہ دریافت کرنے کے لئے امام ابو حنیفہؒ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے پاس گئے تھے تو ان کی شخصیت سے ناواقف تھے' اور یہ کہ بالغ ہونے سے قبل وہ ان کی مجلس درس میں شریک نہیں ہوئے۔ دراصل امام ابو حنیفہؒ کی علمی شہرت ہی امام محمدؒ کو فقہاء کوفہ کے اس نابغہ روزگار امام کے پاس دوسری صدی ہجری میں لے آئی' تاکہ وہ ان سے پیش آمدہ مسئلہ دریافت کریں۔ اس کا مطلب ہے امام محمدؒ اپنے استاذ اول (ابو حنیفہؒ) کے ساتھ وابستگی سے قبل ابھی بچے ہی تھے کہ ان کو بعض فقہی مسائل بالخصوص عبادات کے مسائل سے واقفیت تھی' کیونکہ اس قسم کا سوال کسی ایسے شخص کی طرف سے صادر نہیں ہو سکتا جو احکامِ عبادات کے بارے میں کچھ بھی نہ جانتا ہو۔

نابالغ لڑکے کے اس مسئلہ احتلام کے بارے میں متضاد و مختلف روایات کی بنا پر یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ امام محمدؒ قبل از بلوغ امام ابو حنیفہؒ سے وابستہ ہوئے تھے یا بعد از بلوغ۔

صورتِ واقعہ کچھ بھی ہو' بہر حال اس سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ یہی مسئلہ امام محمدؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے درمیان گہری وابستگی اور پرجوش علمی استفادے کی بنیاد و آغاز بنا۔ اس مسئلہ نے امام ابو حنیفہؒ کو اس ذہین بچے کی طرف متوجہ کر دیا جو علم و عمل کا پیکر تھا۔ اور آپؒ کو اس امید تھی کہ اس بچے کو قابل رشک مقام حاصل ہو گا اور یہ قابل تعریف خدمات انجام دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس کو اپنے حلقہ درس میں باقاعدہ شرکت کی دعوت دی اور اپنی بھرپور توجہ اور خصوصی سرپرستی سے نوازا۔ یہی طرز عمل تھا اس عظیم المرتبت امام کا کہ اگر وہ کسی کے اندر خیر محسوس کرتے تو اس کو اپنی شفقت' احسان' علمی توجہ اور راہنمائی کے زیر سایہ لے لیتے۔ بلاشبہ امام اعظمؒ کی فراست سچی ثابت ہوئی اور یہ لڑکا امام و مجتہد بن گیا۔ جسے فقہ اسلامی کی تاریخ میں ایک منفرد و ممتاز مقام حاصل ہوا۔

امام محمدؒ اپنی نوعمری ہی میں اپنے دور کی بعض نامی گرامی علمی شخصیات کے ہاں معروف تھے۔ ابھی آپؒ کی مسیں بھی نہ پھوٹی تھیں کہ آپؒ کی شرافت و نجابت کے مظاہر اور علمی کمالات زبان زد عام و خاص تھے۔ امام ابو حنیفہؒ نے ان کے حق میں پیشین گوئی کرتے ہوئے فرمایا جبکہ یہ ابھی نوعمر تھے۔ اگر یہ لڑکا زندہ رہا تو اسے بڑا مرتبہ و مقام حاصل ہو گا (۳۱)

امام محمدؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی خواہش کو پورا کر دکھایا۔ اگلے دن وہ حلقہ درس میں شرکت کے لئے آئے تو امام ابو حنیفہؒ نے ان سے قرآن کریم کا امتحان لیا' ان کو مکمل حافظ قرآن نہ پایا' یا اچھی طرح یاد کیا ہوا نہ پایا اور ان پر پابندی لگا دی کہ جب تک قرآن کریم مکمل یا اچھی طرح یاد نہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر لیں، مجلس درس میں شریک نہ ہوں۔ چنانچہ امام محمدؒ سات دن غیر حاضر رہے (۳۲) اس کے بعد وہ اپنے والد کے ساتھ آئے اور امام ابو حنیفہؒ سے کہا: میں نے قرآن کریم حفظ کر لیا ہے۔ اس میں کسی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ امام موصوف انتہائی قوی الحافظہ تھے۔ آپؒ کے استاد امام ابو یوسفؒ نے بھی آپ کے عمدہ اور قوی حافظہ کی گواہی دی ہے۔ (۳۳)

اس تیسری ملاقات میں امام محمدؒ نے اپنے بیان کے مطابق 'اپنے استاد پر جسارت کرتے ہوئے ایک ایسا مسئلہ پوچھا جسے پیش کرنے کے لئے علماء نے انہیں اکسایا تھا 'لیکن وہ آپ کی عمر اور عقل و سمجھ کے معیار سے بلند تھا' جس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے ان سے فرمایا: کیا یہ مسئلہ تم نے کسی سے سنا ہے یا خود اپنی طرف سے پوچھا ہے؟ تو امام محمدؒ نے جواب دیا: میں نے خود اپنی طرف سے پوچھا ہے۔ اس پر امام صاحب نے فرمایا: تم نے تو مردوں والا سوال کیا ہے' تم ہمارے پاس اور ہماری مجلس میں ہمیشہ آیا کرو۔ (۳۴)

اس واقعہ کے بعد امام محمدؒ باقاعدہ ہمیشہ امام اعظمؒ کے حلقہ درس میں شریک ہونے لگے امام ابو حنیفہؒ کا طریقہ تعلیم ایسے اسلوب اور منہج پر مبنی تھا جو تحقیق' غور و فکر اور مناظرہ کو پروان چڑھاتا تھا۔ وہ محض اپنی آراء ہی شاگردوں کے سامنے پیش نہیں کرتے تھے' بلکہ مختلف علمی سوالات اٹھاتے پھر ان پر بحث و تحقیق میں اپنے تلامذہ کے ساتھ شریک ہو جاتے' اور کسی ایک رائے پر اتفاق کی صورت میں ہی ان کو تحریر کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ اس نفع آور علمی فضا میں امام محمدؒ کی خداداد صلاحیتیں نکھرتی چلی گئیں۔ امام ابو حنیفہؒ اپنے اس مایہ ناز شاگرد پر فخر کرتے تھے۔ اس لئے ان پر خصوصی توجہ دیتے اور بہت زیادہ محبت سے نوازتے کیونکہ انہوں نے ان میں خیر و فضل کی علامات کا اندازہ کر لیا تھا۔

امام محمد' امام ابو حنیفہؒ کی شاگردی کے عرصہ میں نہ صرف مسائل کا سماع کرتے اور ان کی تحقیق میں شریک ہوتے' بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کو دیکھتے' مرتب کرتے اور انتہائی سختی کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہوتے۔ گویا کہ امام محمدؒ کی ابتدائی زندگی میں یہ سنجیدہ نہ تدوینی کوشش' ان کے تدوین فقہ اور تصنیف و تالیف کی بنیاد بنی کہ آپ کی علمی خدمات ایسی ایسی صورت میں یکجا ہو کر سامنے آئیں جس کی مثال اس سے پہلے کہیں نہیں ملتی۔ یہ آپ کے بعد آنے والے فقہاء کے لئے ایک نمونہ عمل تھا جس کی روشنی میں وہ اپنے تصنیفی و تالیفی کام کو انجام دیتے تھے۔ امام زفرؒ کا قول ہے کہ ہم امام ابو حنیفہؒ کی مجلس درس میں شریک ہوتے تھے اور ہمارے ساتھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابو یوسفؒ اور محمدؒ بھی ہوتے تھے' ہم امام ابو حنیفہؒ سے سن کر لکھ لیا کرتے تھے۔ ایک دن امام ابو حنیفہؒ نے ابو یوسفؒ سے فرمایا: تیرا ستیاناس! مجھ سے سنی ہوئی ہر چیز نہ لکھا کرو' کیونکہ آج میری ایک رائے ہے تو کل کچھ اور' اور پھر میں اس کے بعد اس کو ترک کر دیتا ہوں۔ (۳۵)

دیگر ائمہ سے استفادہ: امام محمدؒ امام ابو حنیفہؒ کے حلقہ درس میں باقاعدہ پابندی کے ساتھ شرکت کے ساتھ ساتھ کوفہ کے محدثین کی مجالس علم میں بھی شریک ہو کر ان سے روایات لیتے تھے۔ (۳۶) مؤرخین کا بیان ہے کہ: امام محمدؒ نے کوفہ میں پرورش پائی' وہاں حدیث کا علم حاصل کیا اور کثرت سے حدیث کا سماع کیا' پھر امام ابو حنیفہؒ سے وابستگی اختیار کی' ان سے علم حاصل کیا' تو ان پر رائے کا غلبہ ہو گیا۔ (۳۷) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام محمدؒ نے اپنی ابتدائی عمر ہی سے علم حدیث اور علم فقہ ساتھ ساتھ حاصل کیا۔ اگرچہ انہوں نے اپنے اولین استاد (ابو حنیفہؒ) سے بھی علم فقہ و علم حدیث دونوں حاصل کیے۔ اس کے باوجود وہ محدثین کے حلقہائے دورس میں شریک ہونے کی کوشش کرتے تھے تاکہ ان سے مزید احادیث و آثار کا علم حاصل کریں۔

امام وکیعؒ کہتے ہیں کہ: ہم طلب حدیث کے لئے امام محمدؒ کے ساتھ چلنے سے کتراتے تھے کیونکہ وہ ایک خوبصورت لڑکے تھے (۳۸)

امام محمدؒ کو امام ابو حنیفہؒ کے حلقہ درس میں شریک ہوئے تقریباً چار سال ہی گزرے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا' تاہم امام ابو حنیفہؒ کا صالح علمی بیج (امام محمدؒ کی صورت میں) ایک زرخیز عمدہ زمین میں بویا جا چکا تھا' جس نے نشوونما پا کر ترقی کی منازل طے کیں اور خیر عام کا ذریعہ بن گیا۔

امام ابو حنیفہؒ کی وفات کے بعد امام زفرؒ بن ہذیل ان کی مسند درس پر فائز ہوئے (۳۹) لیکن امام محمدؒ ان کے پاس زیادہ نہیں آتے تھے' کیونکہ اکثر مؤرخین کے بیان کے مطابق۔ انہوں نے امام اعظمؒ کی وفات کے بعد امام ابو یوسفؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے۔ اس کے باوجود امام زفرؒ کو امام محمدؒ کے اساتذہ حدیث میں شمار کیا جاتا ہے۔ (۴۰) امام محمدؒ ان کی بعض آراء بھی اپنی کتاب "الاصل" اور "الجامع الصغیر" میں لائے ہیں۔ (۴۱)

جب تک امام محمدؒ کے دوسرے استاد امام ابو یوسفؒ فوت نہیں ہو گئے' وہ ان سے کسب علم کرتے رہے' ان سے فقہ ابو حنیفہ اور خود ان کی اپنی فقہ حاصل کی' اسی طرح ان سے احادیث و آثار کا علم حاصل کیا تھا جس پر عراقی فقہ کی عمارت قائم تھی' امام محمدؒ جس طرح امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ کلی طور پر وابستہ نہیں ہوتے تھے کیونکہ وہ تو ایک حریص طالب علم تھے جو علم کے لئے ہر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جگہ دوڑے پھرتے تھے، جہاں سے بھی ان کی علمی پیاس بجھتی وہیں سے بجھا لیتے خواہ کوفہ میں یا کوفہ کے علاوہ دیگر اسلامی علاقوں میں۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ کے اساتذہ کی ایک کثیر تعداد ہے جو عقل و فہم کی متنوع صلاحیتوں کے حامل تھے۔ چنانچہ آپؒ کے اساتذہ میں مفسر، محدث، فقیہہ، ادیب، لغوی اور مؤرخ سبھی قسم کے لوگ شامل ہیں۔ جن تک آپؒ سفر کر کے پہنچ سکتے تھے، ان تک سفر کے ذریعہ پہنچ جاتے، جن تک پہنچنا ممکن نہ ہوتا، ان سے مراسلت کرتے۔ امام اوزاعیؒ سے انہوں نے بذریعہ مراسلت رابطہ کیا۔ اگر انہوں نے امام اوزاعیؒ سے روایت کی ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان سے آپ کی ملاقات ہوئی (۴۲) بعض اوقات امام موصوف نے حج کے مواقع پر ان سے ملاقات کی یا ان سے ملاقات کی غرض سے شام کا سفر کیا جیسا کہ بعض محدثین کی رائے (۴۳)

امام محمدؒ نے جن اساتذہ سے سفر کے ذریعہ علم حاصل کیا ہے، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے بصرہ، مکہ اور مدینہ کا علمی سفر آپ نے کئی بار کیا اور وہاں کے علماء سے بھرپور علمی استفادہ کیا۔ حجاز کی طرف آپؒ کے علمی سفروں کو آپؒ کی زندگی کے نہایت اہم اور نمایاں ترین شمار کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ یہ مقدس خطہ ہمیشہ حج کے مہینوں میں امصارِ اسلامیہ کے بہت سے فقہاء کا سنگم اور مرکز بنا رہتا تھا، جو بیت الحرام اور قبر رسول ﷺ کے پڑوس میں اپنی باہمی ملاقاتوں کو بہت بڑی غنیمت اور سرمایہ حیات سمجھتے تھے، تاکہ علمی مذاکروں و مباحثوں کے ذریعہ ایک دوسرے کے پاس موجود آثار و آراء سے واقفیت حاصل کریں۔

امام محمدؒ کے یہ علمی سفر دو نہایت اہم تالیفات "کتاب الحجۃ/الحجج" اور "موطا" بروایت امام محمدؒ کا سبب بنے۔ اس طرح آپؒ کو باہمی علمی مذاکروں کے ذریعہ قریب سے حجازی فقہ سے معرفت کا موقع ملا، اور عراق سے دور دراز علاقوں میں رہنے والے بہت سے فقہاء و محدثین سے ملاقات کے مواقع میسر آئے۔ امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور فقہاء عراق سے حاصل کردہ علم و معرفت کے ساتھ ساتھ آپؒ نے مزید احادیث، آثار اور آراء کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کر لیا۔ یہ ساری چیزیں بیک وقت آپؒ کو فقہ کوفہ و مدینہ اور آثار عراق و حجاز کی صورت میں حاصل ہوئیں۔ وہ فقہ و آثار اس کے علاوہ تھے جو دیگر علاقوں کے ان فقہاء سے حاصل کیے جو حج وغیرہ کے موقع پر سفر کر کے حجاز آتے تھے۔ (۴۴)

امام محمدؒ عہد مہدی کے اوائل میں تین سال تک امام مالکؒ کی خدمت میں رہے تاکہ ان سے ان کی کتاب "الموطا" روایت کریں۔ یہ ان کے علمی سفر کا آغاز تھا جو انہوں نے نوعمری میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا(۴۵) تاکہ ان سے اور دیگر فقہاء و محدثین مدینہ سے علم حاصل کریں۔ مگر مدینۃ النبی ﷺ کے ہر سفر میں وہ اس طرح طویل قیام نہ کرتے "گمان غالب یہ ہے کہ مدینۃ الرسول ﷺ کے یہ سفر عموماً آپ ہر سال حج کے موقع پر کرتے تھے۔

مختلف شواہد جس چیز کی تائید کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ امام موصوف امام مالکؒ سے "الموطا" کی روایت کرنے کے بعد کسی کی مجلس علم میں شاگرد کی حیثیت سے نہیں بیٹھے۔ تاہم اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپکا اپنے شیوخ سے تعلق ختم ہو گیا تھا۔(۴۶) یا یہ کہ ان کے ساتھ آپؒ کا علمی مناقشہ موقوف ہو گیا تھا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب آپ کی قابلیت پختگی اور مہارت کی حد تک پہنچ چکی تھی' آپ کی خداداد صلاحیتیں پروان چڑھ چکی تھیں اور آپ کے مختلف علمی کمالات پھیلنا شروع ہو گئے تھے۔ آپؒ تحصیل علم کے مرحلہ سے گزر کر فقہ 'حدیث اور لغت میں امامت کے درجہ پر فائز ہو چکے تھے۔

تصنیف و تدریس: امام محمدؒ بغداد میں قیام پذیر ہونے کے لئے وہاں کوچ کرنے سے قبل اور مدینہ سے آخری بار واپسی کے بعد کوفہ میں تقریباً دس سال رہے۔ اس دوران میں آپ تدریس اور تصنیف و تالیف کا کام کرتے تھے۔ بعض اوقات کچھ طلبہ آپ کے پاس آجاتے اور بعض اوقات آپ تحریر و مطالعہ میں منہمک رہتے۔ کیونکہ دولت و سرمائے کی بہت بڑی مقدار آپ کو میسر تھی، جس کی بنا پر آپکو اور آپ کے اہل و عیال کو پر سکون اور مستقل خوشحالی کی زندگی میسر تھی' لہذا آپ پوری توجہ و یکسوئی کے ساتھ حصول علم میں اس طرح مشغول ہو گئے تھے کہ اس کے علاوہ کوئی اور چیز آپ کے لئے فکر مندی کا باعث نہ تھی۔ جہاں تک کہ آپ نے اپنا ایک وکیل مقرر کر رکھا تھا جو آپ کے بچوں اور گھر والوں کے معاملات کی ذمہ داری انجام دیتا تھا۔(۴۷) تاکہ آپ خود ان کی ضروریات و مسائل میں الجھ کر آپ کو علم اور اس کی تدریس و تعلیم سے دور نہ کر دیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؒ نے اپنی مؤلفات کی بڑی تعداد بغداد منتقل ہونے سے قبل کوفہ میں قیام کی مدت میں تحریر کی تھیں۔ صفری کے اس بیان سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ: امام محمدؒ عہد رشید میں جب بغداد منتقل ہوئے تو لوگ آپ کی گفتگو سننے کے لئے آپ کے ہاں جمع ہوتے اور آپ سے فتاوی پوچھتے۔ چنانچہ آپ کی خبر رشید تک پہنچی اور آپؒ پر الزام لگایا گیا کہ آپ زندقہ کی کتب بھی اپنے ساتھ لائے ہیں۔ ہارون رشید نے کچھ لوگوں کو بھیجا کہ آپ کی کتب لے آئیں اور ان کی تفتیش کا حکم دیا۔ اس سلسلہ میں صفری نے امام محمدؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: میں نے اپنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتاب ''الحیل'' کے بارے میں اپنی جان کا خطرہ محسوس کیا' رشید کے سیکرٹری نے مجھ سے پوچھا کہ اس کتاب کا موضوع کیا ہے؟ تو میں نے کہا: کتاب الحیل'' یہ سن کر اس نے اسے پھینک دیا اور پھر اسے نہ اٹھایا۔ پس یہ واقعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ امام محمدؒ بغداد منتقل ہوتے ہوئے اپنی بعض کتب بھی ساتھ لائے تھے جن میں کتاب الحیل بھی شامل تھی۔ اگرچہ یہ بھی امکان ہے کہ ان میں ایسی کتب بھی شامل ہوں جو آپؒ کی نہ ہوں' مگر جو چیز کسی شک و شبہ سے بالاتر ہے وہ یہ ہے کہ آپ کی کئی سالوں کی جمع پونجی (Colection) جو ربع صدی پر محیط تھی' جسے امام محمدؒ نے صرف حصول علم کے لئے فارغ ہو کر اور اس کی تدوین کے لئے پوری طرح یکسو ہو کر گزارا' اس کی ایک غالب تعداد ان کیتب پر مشتمل تھی جو آپ اپنے ساتھ بغداد لائے تھے۔

امام محمدؒ نے بغداد پہنچ کر کسی جاہ و منصب کے لالچ میں حاکم وقت یا اس کے حاشیہ برداروں کا قرب حاصل کرنے کی کبھی کوشش نہ کی۔ آپ ایک زاہد و پارسا اور خلفاء و امراء کی مجالس سے الگ تھلگ رہنے والے انسان تھے' جو صرف حصولِ علم میں یکسوئی کے ساتھ مصروف رہتے۔

دراصل امام موصوف نے اس جدید شہر بغداد میں رہائش پذیر ہونے کا قصد اس لئے کیا کہ یہ اپنی تعمیر کے بعد مختصر مدت میں مدینۃ العلم بن گیا تھا' جس کی وجہ یہ تھی کہ عباسی حکمرانوں نے اس کی تعمیر و ترقی پر زر کثیر خرچ کیا تھا۔ نیز انہوں نے علماء و شعرء پر انعامات و اکرامات کی بارش کر کے اسے پر کشش بنانے اور وہاں اقامت گزیں ہونے کی حوصلہ افزائی کی' یہاں تک کہ کوفہ اور ان دیگر شہروں کی قدر و منزلت اس کے مقابلہ میں ماند پڑ گئی جو اس کی تعمیر سے قبل علم و ثقافت کے مراکز تھے۔ مگر اب یہ شہر عباسی تہذیب اور اس کی علمی و فنی ترقی کا نشان اور علامت بن چکا تھا۔

امام محمدؒ کے بغداد پہنچنے سے قبل ہی آپؒ کی علمی شہرت کا وہاں چرچا تھا' جیسا کہ صفری کے بیان سے واضح ہوتا ہے۔ امام موصوف نے عباسیوں کے دارالخلافہ میں حدیث و فقہ کی تعلیم اور تصنیف و تعلیم کا کام شروع کر دیا۔ آپ سے کسب فیض کرنے والوں اور پڑھنے والوں کا حلقہ بہت وسیع ہو گیا۔ لوگوں نے آپؒ کو بہت پسند کیا اور آپ کے زہد و ورع' ذہانت' کثرت علم اور فصاحتِ لسانی سے بہت متاثر ہوئے۔ امام محمدؒ اپنے شیخ امام ابو یوسفؒ کی زندگی ہی میں اہل رائے کے لئے بغداد میں مرجع اول بن چکے تھے۔ (۴۸) شاید یہی وہ عامل تھا جس نے بد خواہ لوگوں کو استاد اور شاگرد کے تعلقات بگاڑنے پر ابھارا۔

امام محمدؒ نے محض علمی جدو جہد اور اشاعت و ترویج علم کی خاطر کوفہ کو خیر باد کہا تھا۔ یہی وجہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ آپؒ ہر طرف سے کٹ کر بے مثال اخلاص جہد مسلسل اور عجیب شیفتگی کے عالم میں صرف علم کی تدریس و تصنیف میں مشغول رہے، حتیٰ کہ اس ناز و نعم میں پلے پڑھے ہوئے انسان کے کپڑے میلے ہو جاتے اور ان کے پاس انہیں اتار کر تبدیل تک کرنے کا وقت نہ ہوتا تھا (۴۹) ایک آدمی امام محمدؒ کو سلام کرتا تو آپ اس کے حق میں دعا فرماتے۔ پھر وہ آدمی آپ کو سلام کرتا تو پھر آپ اس کو بعینہ وہی دعا دیتے۔ امام محمدؒ کے نواسے سے منقول ہے کہ: میں نے ایک مرتبہ اپنی امی سے پوچھا کہ مجھے بتایئے کہ نانا جان (امام محمدؒ) اپنے گھر میں کیا کیا کام کرتے تھے، اس نے کہا، بیٹے اللہ کی قسم! وہ اپنے گھر میں ہوتے تو ان کے ارد گرد کتابیں ہی کتابیں ہوتیں، میں ان سے اس کے علاوہ کچھ نہ دیکھتی کہ وہ اپنے ابروؤں یا اپنی انگلی سے اشارہ کر رہے ہیں۔ ابھی ہم اس بات کی طرف اشارہ کر چکے ہیں کہ امام موصوف نے اپنے اہل و عیال کی دیکھ بھال اور ان کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ایک وکیل مقرر کر رکھا تھا تاکہ آپؒ ان کے مسائل و معاملات میں الجھ کر نہ رہ جائیں۔ کردری کا بیان ہے کہ امام محمدؒ رات کو کم ہی سوتے تھے، کیونکہ دین کی محافظت کی جو ذمہ داری ان پر ڈالی گئی تھی اس کا ان کو خوب احساس تھا۔ اس سلسلہ میں وہ تھکاوٹ اور اکتاہٹ کو دور کرنے کے لئے ہلکے پھلکے کپڑے پہنتے، جسم پر پانی ڈالتے اور اپنے مطالعہ کو متنوع بنانے سے مدد لیتے (۵۰)

امام محمدؒ صرف علم کی خاطر بغداد منتقل ہوئے اور اپنے آپ کو ہمہ تن اسی کے لئے وقف کیے رکھا۔ وہ حکام و امراء سے قربت کو ناپسند کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے شیخ امام ابو یوسفؒ کے اس مذہب پر اعتراض کیا کہ مؤذن کا اذان دینے کے بعد خصوصی طور پر دوبارہ امراء کو نماز کے لئے یاد دہانی کرنا جائز ہے، اور فرمایا: ابو یوسفؒ کے اس طرز عمل پر افسوس ہے کہ انہوں نے امراء کو نماز کے لئے دوبارہ خصوصی طور پر یاد دہانی کے ساتھ خاص کیا ہے۔ (۵۱)

زہد و تقویٰ، اخلاص و للّٰہیت، ذکاوت و خوش اخلاقی جیسی صفات سے متصف ہونے کی بدولت امام محمدؒ کی شہرت کی گونج ہارون الرشید کے کانوں تک بھی پہنچی۔ اس کو اس عالم سے ملاقات کا شوق ہوا جس نے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا، اور لوگ آپؒ کی گفتگو سننے اور اسے عام کرنے میں مشغول رہتے۔ راویوں اور مؤرخین نے اس کا کوئی زمانہ متعین نہیں کیا۔ تاہم مؤرخین ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس میں امام ابو یوسفؒ پر امام محمد کے خلاف خفیہ سازش کا الزام لگایا گیا ہے، کیونکہ ان کے اندر ایسے علمی کمالات اور خوبیاں موجود تھیں جو خلیفہ رشید کو انہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنا مقرب بنانے پر آمادہ کر سکتی تھیں۔اس طرح امام محمدؒ کم از کم خلیفہ کے دربار کی حد تک اپنے شیخ (ابو یوسف) کے مقابل تھے' جو کہ سراسر غلط ہے۔(۵۲)

منصب قضاء :امام محمدؒ کو حکام کا قرب حاصل کرنے سے نفرت تھی۔کسی بھی حکومتی منصب کو قبول کرنے سے ڈرتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ جب ان سے ''رقہ''(دریائے فرات کے کنارے ایک شہر) کے منصب قضاء کی ذمہ داری قبول کرنے کے لئے درخواست کی گئی تو آپ گھبرا گئے۔دراصل اس بارے میں امام ابو یوسفؒ سے مشورہ لیا گیا تھا' جو اس وقت چیف جسٹس تھے اور ان کے مشورہ کے بغیر صوبوں کے ججز کا تقرر عمل میں نہ آتا تھا۔انہوں نے ''رقہ'' کیلئے بطور قاضی امام محمدؒ کو اہل قرار دیا۔لیکن امام محمدؒ کو جب اس کا علم ہوا تو پریشان ہو گئے' اور امام ابو یوسفؒ پر گرفت کی کہ میری رائے لئے بغیر مجھے اس منصب کے لئے کیوں تجویز کر دیا ہے' جبکہ امام ابو یوسفؒ کا جواب یہ تھا کہ انہوں نے ایسا اس لئے کیا ہے اتکہ اس علاقے اور اس سے ملحقہ علاقوں میں اہل رائے کے علم کی اشاعت ہو۔مگر امام محمدؒ اپنے شیخ کی اس رائے سے مطمئن نہ ہوئے اور ان سے کہا : سبحان اللہ ! کیا آپ کے دل میں میرا اتنا بھی مقام نہیں کہ جس مقصد کے لئے اس سے قبل مجھے خوف زدہ کیا جاتا رہا تھا اور اس کے بارے میں مجھے بتایا تک نہ جائے ؟ اس پر امام ابو یوسفؒ نے ان سے معذرت کی(۵۳)

حقیقت یہ ہے کہ امام محمدؒ نے اپنے استاد کا یہ موقف صرف اس بنا پر مسترد نہیں کیا تھا کہ انہوں نے ان کے علم میں لائے بغیر منصب قضاء کے لئے تجویز کر دیا تھا' بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کی خواہش یہ تھی کہ وہ درس و تدریس علم کے لئے پوری طرح فارغ ہوں' چہ جائیکہ ان کو خوشحالی میسر ہو کیونکہ ان کو اس وظیفہ کی قطعاً کوئی ضرورت نہ تھی جو حکومت ان کے لئے جاری کرنا چاہتی تھی(۵۴)

امام محمدؒ سوار ہو کر امام ابو یوسفؒ کی معیت میں جب یحیی بن برمک وزیر کے پاس گئے تو منصب قضاء قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا' جس کی پاداش میں ''ظہیرہ'' کے مقام پر پچاس سے زائد ایام تک ان کو قید میں رکھا گیا۔جب انہوں نے اپنی جان کا خطرہ محسوس کیا تو ''رقہ'' جا کر یہ منصب قبول کرنے کی ذمہ داری قبول کرنے کی حامی بھر لی(۵۵)

تب امام محمدؒ بغداد چھوڑ کر مجبوراً ''رقہ'' گئے' اپنے استاد پر ناراض ہوئے' کیونکہ ان کا خیال تھا انہوں نے اپنے شاگرد کو مدینۃ العلم سے نکالنے پر تعاون کیا ہے۔تاہم جب وہ ''رقہ'' میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باقاعدہ قیام پذیر ہو گئے تو قضاء کا منصب ان کو علمی سرگرمیوں سے نہ روک سکا۔ اس شہر میں بھی انہوں نے تحریر، تدوین اور فقہ عراقی کی تدریس و مباحثہ کا کام شروع کر دیا (۵۶) رقہ میں امام محمدؒ کی علمی مجلس کے بارے میں امام شافعیؒ سے روایت ہے کہ: میں رقہ میں امام محمدؒ کی مجلس میں شریک ہوا، اس میں بنو ھاشم، قریش اور دیگر معروف اہل علم موجود تھے، امام محمدؒ نے اس مجلس میں فرمایا: میں نے ایک ایسی کتاب تصنیف کی ہے، اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کسی نے مجھ پر اس کے بارے میں اعتراض کیا ہے اور اس شخص تک سواری کے ذریعہ پہنچا جا سکتا ہے تو میں اس کے پاس ضرور پہنچوں گا (۵۷) (یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اپنی کس کتاب کے بارے میں انہوں نے یہ بات فرمائی تھی)

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام محمد اپنی قضاء میں عدل و اخلاص کا شاندار نمونہ تھے۔ اگرچہ مؤرخین نے آپ کی زندگی کے اس پہلو پر روشنی ڈالنے سے غفلت برتی ہے، صرف اس بات کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کیا ہے کہ آپ دو مرتبہ منصب قضاء پر فائز ہوئے اور دوسری مرتبہ آپؒ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بنے تھے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ امام موصوف عدالتی فیصلے کس طرح دیتے تھے، وہ کون سے مقدمات تھے جن کے بارے میں آپ نے فیصلے دیئے، تو مؤرخین نے ان میں سے کسی بھی چیز کا تذکرہ نہیں کیا۔

امام ابو یوسفؒ جب فوت ہوئے تو امام محمدؒ "رقہ" میں تھے مگر ان کے جنازہ میں بوجوہ شریک نہ ہو سکے، تاہم اس ضمن میں مؤرخین کی مختلف فیہ آراء کا حقیقتِ واقعہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

امام محمدؒ طویل مدت تک رقہ میں قاضی رہے لیکن یقینی طور پر متعین نہیں کیا جا سکتا کہ یہ عرصہ کتنا تھا۔ منصب قضاء پر آپ کے فائز ہونے کی تاریخ بھی نامعلوم ہے۔ بروکلمان کا بیان ہے کہ امام محمدؒ چند سال رقہ کے قاضی رہے۔ (۵۸) پھر ۱۸۷ھ میں آپ معزول ہوئے۔ اگر یہ بیان صحیح ہے تو یقیناً آپ ۱۸۹ھ میں امام ابو یوسفؒ کی وفات سے تقریباً تین سال قبل منصب قضاء پر فائز ہو چکے تھے۔ رقہ کی قضاء کے دوران آپ کے شاگرد محمد بن سماعہ مستقل آپ سے وابستہ رہے۔ اسی شاگرد نے اپنے استاد محمدؒ سے ان کی کتاب "الرقیات" روایت کی جو ان مسائل کا مجموعہ ہے جن کا استنباط امام محمدؒ نے رقہ کی قضاء کے زمانے میں کیا تھا، اسی مناسبت سے اس کتاب کو "الرقیات" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منصب قضاء سے معزولی اور آزمائش و استقامت :

رقہ کے منصب قضاء سے معزول ہونے کے بعد امام محمدؒ دوبارہ بغداد واپس لوٹ آئے‘ اس معزولی کا سبب یحیٰ بن عبداللہ بن حسین کی امان کے حق میں آپؒ کا واضح اور دوٹوک جواب تھا جو حکومتی موقف کے سراسر خلاف تھا۔(۵۹) ہارون الرشید نے امام محمدؒ کو صرف معزول کرنے پر ہی اکتفانہ کیا بلکہ ان کو فتوی دینے سے بھی روک دیا‘ اور علوی ہونے کا جھوٹا الزام تھوپ دیا۔ اسی لئے اس نے آپؒ کی کتب کی تفتیش کرنے کا حکم دیا۔ اس کو خطرہ تھا کہ کہیں ان میں کوئی ایسی کتاب نہ ہو جو اس کی حکومت کے خلاف شورش برپا کرنے والے علویوں کو اکساتی ہو۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب امام محمدؒ کو معلوم ہوا کہ ہارون الرشید آپؒ کی کتب کی تفتیش کرنا چاہتا ہے۔ یہ کتابیں آپ کی عزیز ترین متاع تھیں۔ تو اپنے شاگرد رشید ابن سماعہ کو بلا کر کہا کہ وہ تفتیش کرنے والوں کے ہمراہ رہے تا کہ وہ ان کو خراب نہ کر دیں اور جو کتب مشکوک نہیں ہیں ان کو دریائے دجلہ میں نہ پھینک دیں۔ ابن سماعہ کہتے ہیں : جب آپ کی کتب کو چیک کیا گیا تو ماسوا فضائل علیؓ پر مشتمل مجموعہ کے کوئی ایسی چیز نہ پائی گئی۔ یہ مجموعہ ہارون الرشید کے سامنے پیش کیا گیا‘ اور جو کچھ اس میں تحریر تھا جب اسے معلوم ہو گیا تو اس نے کہا : ہمارے پاس تو اس سے کہیں زیادہ فضائل علیؓ موجود ہیں(۶۰) امام محمدؒ کو منصب قضاء چھوڑنے کا ہرگز کوئی دکھ نہ تھا‘ وہ تو اس کے خواہش مند ہی نہ تھے‘ آپ کو تو اس کے لئے زبردستی مجبور کیا گیا تھا۔ اصل دکھ آپؒ کو اس بات کا تھا کہ آپؒ کے فتوی دینے پر پابندی لگا دی گئی تھی جبکہ آپ اپنے آپ کو حمایت دین اور اس کو قائم کرنے کے لئے وقف کر چکے تھے۔ کیونکہ آپ لوگوں کو نت نئی پیش آنے والی مشکلات و مسائل کے بارے میں فتوی دینے کی پوری اہلیت رکھتے تھے۔ ایک عرصہ تک فتوی دینے کے معاملہ میں امام موصوف پر پابندی عائد رہی تا آنکہ ام جعفر (ہارون الرشید کی چہیتی بیوی زبیدہ) نے کچھ وقف کرنے کی خواہش کی تو ایک روز امام محمدؒ کے پاس کسی کارندے کو اس بارے میں فتوی پوچھنے کے لئے روانہ کیا۔ امام محمدؒ نے جواب دیا کہ چونکہ ہارون الرشید کی طرف سے ان پر فتوی دینے کی پابندی ہے لہذا وہ فتوی نہیں دے سکتے۔ چنانچہ زبیدہ نے ہارون الرشید سے امام محمدؒ کے لئے فتوی دینے اور تدریس کی اجازت حاصل کی۔

ہارون الرشید۔ اگرچہ امام محمدؒ کے بارے میں اسی موقف پر قائم رہا۔ مگر درحقیقت وہ آپؒ کو اہمیت دیتا تھا‘ آپؒ کی علمی قابلیت کا احترام کرتا تھا اور آپؒ کے معاصر فقہاء کے درمیان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ کے مقام کو بخوبی سمجھتا تھا' لیکن بعض اوقات سیاسی اغراض پاکیزہ جذبات پر غالب آجاتی ہیں۔ امام محمدؒ کو جس اہانت آمیز سلوک اور انتقامی کاروائی کا نشانہ بننا پڑا وہ اسی کا شاخسانہ تھا۔

بحیثیت قاضی القضاۃ :

حقیقت یہ ہے کہ اگر ہارون الرشید امام موصوف کی صحیح قدر و قیمت کا ادراک نہ رکھتا ہوتا تو وہ حکومت کے اس اہم ترین منصب کے لئے ان کو منتخب نہ کرتا' باوجودیکہ آپ نے علی الاعلان وہ کلمہ حق بلند کیا جو ہارون الرشید کی خواہش کے بالکل برعکس تھا۔

قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کا منصب جلیل امام محمدؒ کے علوہمت 'بزرگی اور علمی وجاہت کے مقابلہ میں کم تر تھا۔ اس آدمی کو حکومتی مناصب چکاچوند نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی آپ کی حریت و شجاعت کو چھین سکتے تھے۔ اس لئے کہ انہوں نے نہ تو کبھی ان کی خواہش ہی کی اور نہ ہی ان کے حصول کی کوشش کی۔ آپؒ کی زندگی کا نصب العین ہی یہ تھا کہ وہ صرف علم کی درس و تدریس اور اس کو مدون کرتے ہوئے زندگی گزار دی۔ اس نصب العین سے ان کو کوئی چیز بھی نہیں ہٹا سکتی تھی حتی کہ آپ کے جگر گوشے اور قریب ترین لوگ بھی رکاوٹ نہ بن سکتے تھے۔

قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز ہونے کے بعد ہارون الرشید کے ساتھ بعض مسائل وحوادث کے بارے میں امام موصوف کی گفتگو ہوئی جس نے حق کے معاملہ میں ان کی استقامت 'صاف گوئی اور جرأت کو ثابت کر دیا۔ نیز علم کے مقام و بزرگی کے لئے آپ کی مساعی اور خاص اہتمام واضح ہوا۔ اگرچہ اس دوران میں آپ کو حکام سے باہمی گفتگو کرنے کی بنا پر ایک تجربہ حاصل ہوا مگر یہ تجربہ حق کے خلاف یا اس سے انحراف کا سبب نہ بنا۔

خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانہ خلافت میں قبیلہ بنی تغلب نے دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ پھر جب آپؓ نے ان سے جزیہ کا مطالبہ کیا تو وہ جزیہ کے نام ہی سے بگڑ گئے 'اور انہوں نے امیر المؤمنین کی اس پیش کش کو قبول کر لیا کہ ان سے جزیہ کے بجائے صدقات وصول کیے جائیں گے۔ دراصل یہ ایک سیاسی حکمت عملی اور حسن تصرف تھا کہ بنیادی طور پر اصل معاملہ میں کچھ بھی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اسی پر ان سے معاہدہ کر لیا اور دیگر شرائط کے علاوہ ان پر یہ شرط بھی عائد کی کہ اگر ان کی اولاد اسلام قبول کرنا چاہے تو وہ ان کے لئے رکاوٹ نہیں بنیں گے۔ یہ قبیلہ اپنے اوپر تمام عائد شرائط کو پورا نہ کرنے کے باوجود سیدنا عمرؓ کے معاہدہ صلح سے متمتع ہوتا رہا تا آنکہ ہارون الرشید خلیفہ بن گیا۔ اس نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معاہدہ صلح کو توڑنا چاہا جس کی وجہ یہ تھی کہ جس زمانہ میں رشید اور رومیوں کے درمیان کشمکش جاری تھی تو قبیلہ تغلب کے کچھ لوگ رشید کے خلاف رومیوں سے تعاون کرتے رہے تھے۔

ہارون الرشید نے جب قبیلہ بنی تغلب سے معاہدہ صلح توڑنے کا اپنا ارادہ ظاہر کیا' تو انہوں نے اس کے اس عزم وارادہ کو یکسر مسترد کر دیا۔ امام جصاص نے ''احکام القرآن'' میں اس معاہدہ صلح کے بارے میں گفتگو کے لئے رشید کی امام محمدؒ سے ملاقات کا واقعہ بیان کیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہم اس واقعہ کو نقل کر دیں' کیونکہ اس میں اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے جس کی طرف ہم نے ابھی اشارہ کیا ہے کہ قاضی القضاۃ کے منصب نے امام محمدؒ کے رویہ میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کی' آپ حق کے معاملہ میں اللہ کے سوا کبھی کسی سے نہ ڈرے۔

امام جصاص رقم طراز ہیں کہ : مکرم بن احمد بن مکرم نے ہم سے بیان کیا : ہمیں احمد بن عطیہ کوفی نے بیان کیا کہ : میں نے ابو عبید سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب ہارون الرشید آیا تو ہم امام محمدؒ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ سوائے محمد بن حسن کے سب لوگ اس کے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے' امام محمد کھڑے نہ ہوئے۔ حسن بن زیادہ لولوی امام محمدؒ کے خلاف اپنے دل میں بغض رکھتا تھا' چنانچہ وہ اور کچھ دوسرے لوگ وہاں سے اٹھ کر خلیفہ کے پاس گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد منادی کرنے والے نے دربار سے نکل کر آواز دی کہ محمد بن حسن کہاں ہیں؟ تو آپؒ کے اصحاب اس پر آپ کے لئے فکر مند ہو گئے۔ چنانچہ وہ آپ کو اندر لے گیا۔ تھوڑی دیر بعد آپ خوشی خوشی باہر نکلے تو فرمانے لگے' رشید نے مجھ سے کہا : تم دوسرے لوگوں کے ساتھ میرے استقبال کے لئے کھڑے کیوں نہیں ہوئے؟ میں نے کہا : مجھے یہ بات ناگوار گزری کہ میں اس طبقہ اور مقام سے باہر نکل جاؤں جس کے لئے آپ نے میرا تقرر کیا ہے۔ چونکہ آپ نے میرا تقرر اشاعت علم کے لئے کیا ہے۔ لہٰذا مجھے ناپسند لگا کہ میں خدام کے طبقہ میں شامل ہو جاؤں جو اس سے خارج ہے۔ جبکہ آپ کے عم زاد محمد عربی ﷺ کا ارشاد ہے ''جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہو کہ لوگ اس کے استقبال کے لئے کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ آگ جہنم میں بنالے'' اور اس سے آپ ﷺ کی مراد علماء ہی ہیں۔ پس جو لوگ حق خدمت کی بنا پر اور بادشاہ کے اعزاز کے لئے کھڑے ہیں تو یہ دشمن پر ہیبت و رعب کا ذریعہ ہے' اور جو بیٹھا رہا ہے اس نے اس سنت کا اتباع کیا ہے جو تمہارے ہی ذریعہ پہنچی ہے اور تمہارے لئے زینت ہے۔ اس پر رشید نے کہا : محمد تم نے سچ کہا۔ پھر اس نے مجھ سے مشورہ کیا اور کہا کہ : حضرت عمرؓ نے بنی تغلب سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس شرط پر معاہدہ کیا تھا کہ وہ اپنی اولاد کو عیسائی نہیں بنائیں گے' لیکن انہوں نے اپنی اولاد کو عیسائی بنایا ہے جس کی وجہ سے ان کا خون حلال ہو گیا ہے' اس بارے میں آپؒ کی کیا رائے ہے؟ امام محمدؒ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: یقیناً حضرت عمرؓ نے ان کو اس بات کا حکم دیا تھا' جبکہ انہوں نے حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد اپنی اولاد کو نصرانی بنایا جسے حضرت عثمانؓ اور تمہارے چچازاد بھائی علیؓ نے بھی اسے برداشت کیا' اس کا خود آپ کو بھی علم ہے اور اسی پر عمل ہو تا رہا ہے' لہذا یہ حضرت عمرؓ کے بعد آنے والے خلفاء سے بھی معاہدہ ہے' حقیقت حال آپ پر واضح ہے اور سب سے مقدم و برتر رائے تو آپ ہی کی ہے۔ اس کے جواب میں ہارون الرشید نے کہا: نہیں نہیں ہم بھی اسی معاہدہ صلح پر قائم رہیں گے۔ جسے ہمارے اسلاف نے جاری رکھا' ان شاء اللہ۔ یقیناً اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ کو بھی مشورہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ معاملات میں مشورہ کیا کرتے تھے۔ پھر جبریلؑ اللہ کی توفیق کے ساتھ آپ کی طرف آیا کرتے تھے' لیکن آپ کے ذمہ یہ ہے کہ آپ ان لوگوں کو مشورہ کے لئے طلب کیا کریں جن کو اللہ نے آپ کی حکومت کے معاملات کا ذمہ دار بنایا ہے اور اپنے اصحاب کو بھی اسی کا حکم دیجئے۔ میں نے آپ کو ایک چیز کا مشورہ دیا ہے جسے آپ واضح طور پر اپنے اصحاب کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد رشید نے امام محمدؒ کے لئے بہت سامال و دولت بھیجا جسے انہوں نے تقسیم کر دیا۔ (۶۱)

اس معاملہ میں امام محمدؒ دنیا کے لئے ایک منفرد نمونہ اور قابل تقلید مثال تھے جس کی وجہ سے آپ کا احترام کیا جاتا تھا اور آپ کی بزرگی کا لحاظ کیا جاتا تھا۔ لہذا ہر آدمی خواہ وہ وقت کا حکمران ہی ہو آپ کا احترام کرنے' آپ کو اہمیت دینے اور آپ کے فتویٰ کو قبول کرنے پر مجبور تھا خواہ اس کی خواہش کے برعکس ہی ہوتا۔

یہ بات پیش نظر رہے کہ امام محمدؒ انتہائی ذہین و فطین انسان تھے۔ وہ ہر معاملے میں ہارون الرشید سے گفتگو کرتے تھے' خواہ اس کے استقبال کے لئے کھڑے نہ ہونے کا معاملہ ہو یا بنی تغلب سے معاہدہ صلح توڑنے سے انکار کرنے کا۔ بنی تغلب کی صلح کے حوالہ سے امام موصوف کی رائے یہ تھی کہ بعض شرائط کی خلاف ورزی کے باوجود چونکہ صحابہؓ نے اس صلح کو برقرار رکھا۔ لہذا صحابہؓ کے بعد کسی آنے والے کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ ان کی جاری کردہ چیز کو توڑے بلکہ ان کے نافذ کردہ فیصلہ کی اتباع کرے۔ امام محمدؒ اس معاملہ میں یہ فرماتے ہوئے رشید

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی غلطی واضح کرتے ہیں کہ : حقیقت حال تو آپ پر واضح ہے اور اب رائے تو آپ ہی کی برتر ہے" اس آخری جملہ میں کسی قدر چاپلوسی اور نرم روی کا اظہار ہے، شاید یہی وہ چیز ہے (۶۲) جس نے امام محمدؒ کے فتوی کو رشید کے لئے قبول کرنا آسان بنادیا، اور اس کے ساتھ آپ کو وہ کلی اختیار دیا جو اس بات کا مظہر ہے کہ رشید کو اپنے اس قاضی القضاۃ پر حد درجہ اعتماد تھا اور وہ ان کے علم کا احترام کرتا تھا۔

امام محمدؒ کچھ زیادہ عرصہ تک قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز نہ رہے۔ راجح ترین رائے کے مطابق آپؒ ۱۸۹ھ میں فوت ہوئے جبکہ ۱۸۷ھ میں "رقہ" کی قضاء سے معزول ہوئے۔ ایک عرصہ تک آپ کے فتوی دینے پر پابندی عائد رہی، پھر اس کی اجازت دے دی گئی اور اس کے بعد قاضی القضاۃ کے منصب پر آپ کا تقرر ہوا۔ اس منصب جلیل پر آپ تقریباً دو سال فائز رہے

اس مختصر مدت میں امام موصوف کے رشید کے ساتھ تعلقات خوشگوار رہے، جو کسی منافقت یا ریاکاری کے بغیر محض اخلاص پر مبنی تھے۔ اگرچہ امام محمدؒ نے گفتگو، نصیحت اور فتوی دینے میں رشید کے ساتھ نرمی و خوش اخلاقی کا رویہ اختیار کیا، مگر یہ نرمی حق کے خلاف یا کرامتِ علم کے منافی ہرگز نہ تھی۔ ہارون الرشید دل کی گہرائیوں سے امام محمدؒ کو احترام اور قدر و منزلت کا مقام دیتا تھا، کیونکہ اس کو یقین تھا کہ آپ ایسے زاہد عالم ہیں جو نہ تو دل میں کینہ رکھتے ہیں، نہ طرف داری کرتے ہیں اور نہ ہی انہی باتوں میں بھلائی اور عدل کے اصولوں سے منحرف ہوتے ہیں۔

<u>وفات</u> : امام محمدؒ "رائے" کی ایک بستی "رمبویہ" میں اس وقت فوت ہوئے جب آپؒ ہارون الرشید کے ساتھ اس علاقہ میں گئے ہوئے تھے۔ (مراۃ الجنان للیافعی، ج ۱ ص : ۴۲۲ میں جو آیا ہے کہ امام محمدؒ "زیتونہ نامی بستی میں فوت ہوئے، تو یہ رمبویہ سے محرف ہے) اس وقت آپؒ کے ساتھ اس سفر میں نحویوں کے امام شیخ کسائی بھی فوت ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق ایک ہی دن دونوں فوت ہوئے اور رشید نے دونوں کی موت پر اظہار غم کرتے ہوئے کہا :

"میں فقہ اور نحو کو رائے میں دفن کیے جا رہا ہوں"

امام محمدؒ کے یومِ وفات کے تعین کے حوالہ سے معاملہ خواہ کچھ ہو، بہر حال امام موصوف کا سن وفات ان تاریخی حقائق میں شمار کیا جاتا ہے جس پر اجماع ہے۔ اس اجماع سے منفرد رائے رکھنے والے کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔۔۔

"عرس نامہ" کی تعیین درست ہو یا نہ ہو، بہر حال ترکی کے علماء بہت زیادہ مبارک باد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس بات کی یاد دہانی کرادی کہ امام محمدؒ کی وفات پر ۱۳۸۹ھ میں بارہ صدیاں گزر چکی ہیں' اور اس موقع پر انہوں نے جو کانفرنس منعقد کی ہے یقیناً وہ امام موصوف کے مرتبہ ومقام کے شایان شان تھی۔ اس کانفرنس میں متعدد تحقیقی مقالے پیش کیے گئے جو اجمالی طور پر امام محمدؒ کی حیات' ان کی فقہ اور مؤلفات پر مشتمل تھے۔ ان مقالہ جات میں سے نمایاں اور اہم ترین تحقیقی مقالہ وہ ہے جسے ڈاکٹر حمید اللہ نے "الامام محمد أعظم فقهاء الاسلام" (امام محمد اسلام کے عظیم ترین فقیہ) کے عنوان کے تحت تحریر کیا ہے (٦٦) کانفرنس نے نہ صرف ان تحقیقی مقالہ جات کو پیش کرنے پر اکتفا کیا' جن کی تیاری میں ٹرکی اور ہندوستان کے کچھ علماء نے حصہ لیا تھا' بلکہ اس موقع پر ٹرکی اور دنیا کی بعض دیگر لائبریریوں میں موجود امام محمدؒ کے قلمی وغیر قلمی آثار و علمی کارناموں کی نمائش کا اہتمام بھی کیا گیا۔ (٦٧) اس نمائش نے اگرچہ امام موصوف کے تمام آثار و علمی خدمات کو ہمارے سامنے پیش نہیں کیا' تاہم اس انتہائی اہم علمی حقیقت کو واضح کر دیا جو بسا اوقات اسلامی فقہی میراث کو ہدف تنقید بنانے والے بہت سے لوگوں پر پوشیدہ رہتی ہے' وہ یہ کہ کتاب "الاصل" کے تیس سے زائد قلمی نسخے صرف ٹرکی کی لائبریریوں میں موجود ہیں جن میں سے کچھ تو بالکل مکمل ہیں اور کچھ نامکمل ہیں۔ "مراد ملا" (٦٨) لائبریری میں موجود اس کتاب کے نسخوں کو کامل ترین قلمی نسخے شمار کیا جاتا ہے' جو آٹھ جلدوں اور ۲۳۰۷ اوراق پر مشتمل ہیں۔

ہمیں اس مرض کے بارے میں کچھ معلوم نہیں جس کے سبب امام محمدؒ کی وفات ہوئی۔ کسی مؤرخ نے بھی اس طرف اشارہ نہیں کیا۔ البتہ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ جب امام موصوف کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ خوب روئے' ھشام بن عبد اللہ رازی نے آپؒ سے کہا: (امام انہی کے گھر ٹھہرے ہوئے تھے اور وہیں وفات پائی۔) کہ: "آپ اپنے علم کے باوجود رو رہے ہیں"؟ تو فرمایا: اے ھشام! اسے چھوڑیئے' ذرا سوچو تو سہی اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھ لیا کہ تو "رائے" میں کس غرض کے لئے آیا تھا؟ کیا میری راہ میں جہاد کرنے کے لئے؟ یا میری خوشنودی کی طلب میں؟' تو میں اس کا جواب اثبات میں نہ دے سکوں گا۔ (٧٠)

امام محمدؒ کا یہ اندازِ فکر اگر کسی چیز پر دلالت کرتا ہے تو وہ یہ ہے کہ وہ گہری خشیت الٰہی کے حامل اور ہر وقت اپنے نفس کی کڑی نگرانی کرتے رہتے تھے۔

امام محمدؒ اپنی وفات کی جگہ کے قریب جبل طبرک میں دفن ہوئے۔ کردری کے بیان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے مطابق یہ ھشام کے گھر کے قریب ایک جگہ ہے جہاں امام محمدؒ نے وفات پائی تھی (۷۱) ہمیں نہیں معلوم کہ اب تک امام موصوف کی قبر وہاں موجود ہے یا مرورِ زمانہ کے ساتھ صفحہ زمین سے مٹ گئی ہے۔ (۷۲) اب تو اس کا اہتمام کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ اس کی جگہ تک معلوم نہیں ہے اور نہ ہی اس کی طرف کوئی رہنمائی کرنے والا ہے۔

معاشرتی اخلاق: معاشرتی اخلاق کے لحاظ سے امام محمدؒ کی شخصیت ایک خداترس، راست باز، حق گو، پیکرِ حسنِ اخلاق اور متقی عالم باعمل کی شخصیت کا مظہر تھی۔ جو حق کے معاملہ میں اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے، جو اپنی جود و سخا اور اخلاق کریمانہ کی بدولت معاشرے میں بھرپور عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ جنہیں اپنی ذات پر مکمل اعتماد تھا جس میں غرور و نخوت اور جھوٹے پندار کا شائبہ تک نہ تھا۔ علم کا جتنا اضافہ ہوتا، اتنے ہی زیادہ پرہیزگاری، تواضع اور جود و سخا کا پیکر بن جاتے۔

اللہ تعالی نے امام موصوف کو مال و دولت، حسن و جمال اور عقل و ذہانت سے خوب نوازا تھا۔ مگر نہ مال آپ کو فتنہ میں ڈال سکا، نہ حسن و جمال نے گھمنڈ میں مبتلا کیا اور نہ ہی بے پناہ عقلی مہارت نے شان و شوکت یا حصول اقتدار کا راستہ اختیار کیا۔ اگر آپؒ ایسا کرتے تو آپؒ کے لئے کچھ بھی مشکل نہ تھا۔ لیکن مشیت ایزدی یہی تھی کہ آپؒ بچپن سے ہی حصول علم اور خدمت علم کی راہ پر گامزن ہوں، نہ کہ دنیا طلبی کی راہ پر۔ چنانچہ آپؒ نے پوری زندگی انتہائی اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ گزاری۔

جب ایک متقی انسان کسی نظریے اور نصب العین پر ایمان رکھتا ہوں تو وہ اسی کے لئے جدوجہد کرتا ہے، وہ خودداری، کریم النفسی اور عزت نفس کی زندگی گزارتا ہے، وہ حق کی خاطر بہادر ہوتا ہے، خیر و عدل کی خاطر انتقام لینے والا ہوتا ہے اور حقوق اللہ و حقوق العباد کا محافظ و نگران ہوتا ہے۔ انہی صفات کی بدولت امام محمدؒ اپنے دینی و دنیوی امور میں ذلت و کم ہمتی کو ناپسند کرتے تھے۔ آپؒ کھرے اور سجاع تھے، منافقت یا ریاکاری کا آپ میں گزر تک نہ تھا۔ یحی طالبی کی امان کے بارے میں سوال پر ہارون الرشید کے سامنے جو دلیرانہ جرأت مندانہ موقف آپؒ نے اختیار کیا تھا وہ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے، حالانکہ آپؒ کو معلوم تھا کہ رشید اس امان کو توڑ کر یحی کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ پھر بھی آپؒ نے اس کے برعکس رائے دی۔ جس کی پاداش میں ہارون الرشید نے غصہ میں آکر زور سے آپ کو دوات دے ماری کہ آپ زخمی ہو گئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حکمران طبقہ کے ساتھ میل جول رکھنے سے امام موصوف کی کنارہ کشی ان کی قدو منزلت اور بزرگی کو چار چاند لگادیتی ہے کہ آپؒ ایوان اقتدار اور اس میں جاری نفاق ‘ ریا اور مکرو فریب کی گندگی سے دور رہے۔ ان عادات سے امام محمدؒ کلی طور پر نفرت کرتے تھے۔

امام محمدؒ علماء کی عظمت اور شرفاء کی خودداری کا مثالی نمونہ تھے۔ ہارون الرشید کو لیجئے جو اپنے نشۂ اقتدار میں غرق تھا‘ جب لوگوں کے سامنے نمودار ہوتا تو سب لوگ اس کے خوف سے کھڑے ہو جاتے یا اس کے انعام و عطایا کے لالچ کی وجہ سے کھڑے ہو جاتے‘ تو صرف ایک شخصیت تھی جس نے اس کی آمد پر کبھی اپنی نشست سے حرکت نہ کی۔ وہ شخصیت امام محمدؒ کی تھی۔ یہی وہ شخصیت تھی جس نے اپنی بے مثال شجاعت‘ خودداری اور علمی وجاہت کی بدولت رشید کو یہ اعتراف کرنے پر مجبور کردیا کہ اس کے استقبال کے لئے کھڑا ہونا نہ تو واجب ہے اور نہ ہی اس کا حق ہے‘ بلکہ قطعی طور پر سنتِ رسول ﷺ کے خلاف اور کرامتِ علماء کی بناء پر ممنوع ہے۔

حق کے بارے میں شجاعت‘ خود اعتمادی اور عزتِ نفس کا تحفظ‘ ایسی صفات ہیں جو بھی ان سے منصف ہوتا ہے وہ وسیع الظرف اور بہترین اخلاق کا مالک ہوتا ہے۔ جس کے اندر خود اعتمادی اور عزت نفس کے تحفظ کا احساس ہوگا۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھڑک نہیں اٹھے گا اور نہ ہی اس سے احمقانہ افعال سرزد ہوں گے۔ وہ نہ تو اپنے سے برتر پر حسد کرے گا اور نہ ہی اپنے سے کمتر کو حقیر سمجھے گا۔ وہ ہمیشہ حلیم الطبع اور متواضع ہوگا۔ انہی اخلاقِ جمیلہ کی وجہ سے امام محمدؒ اپنے سے اختلاف رکھنے والے سے تنگ دل نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی اپنی خداداد قوتِ استدلال سے کام لے کر اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقال لینے کی کوشش کرتے تھے‘ خواہ آپ حق پر ہی ہوتے۔ آپؒ اپنے علمی مناظروں میں جن میں آپ پوری کوشش کرتے تھے کہ یہ خالصتاً خدمتِ علم اور ابلاغ حق کا ذریعہ بنیں۔ اپنے اور اپنے مدمقابل کے درمیان ثالث کا کردار ادا کرتے تھے۔ (۷۲) آپؒ متعلقہ موضوع پر ہونے والی گفتگو اور مکالمے پر کڑی نگاہ رکھتے تھے تاکہ آپ مناظرہ کے اصول اور اس کے اصل مقصد کی خلاف ورزی کرنے والے کو متنبہ کریں کہ وہ اس کی پابندی کرے۔ بلاشبہ پختہ کار علماء کا یہی اخلاق ہوتا ہے‘ جو کبھی غیر حقیقی طرزِ عمل اختیار نہیں کرتے۔

امام محمدؒ کے کشادہ دل‘ وسیع الظرف اور علمِ فقہ میں بہت وسعتِ نظر رکھنے کا ایک ثبوت یہ ہے کہ: عیسیٰ بن ابان امام موصوف سے نفرت کرتے تھے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ امام محمدؒ احادیث نبویہ کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ محمد بن سماعہ امام محمدؒ کے مخلص ترین اور سب سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زیادہ ان سے واقف شاگرد تھے۔ انہوں نے ایک دن عیسیٰ بن ابان کے ساتھ نماز فجر ادا کی اور اس وقت تک اس کو نہ چھوڑا جب تک کہ اس کو امام محمدؒ کی مجلس میں بیٹھنے پر آمادہ نہ کر لیا۔ جب یہ درس سن کر فارغ ہوا تو ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے عرض کیا: یہ آپؒ کے بھتیجے عیسیٰ بن ابان کاتب ہیں جو بڑے ذہین اور علم حدیث کے ماہر ہیں، میں ان کو آپ کا درس سننے کی دعوت دیتا رہا اور یہ مسلسل انکار کرتے رہے اور کہتے رہے کہ تم لوگ حدیث کی مخالفت کرتے ہو۔ یہ سن کر امام محمدؒ عیسی کی طرف متوجہ ہوئے اور بڑی نرمی اور بردباری سے فرمایا: بیٹے! کس حدیث کی مخالفت کرتے ہوئے ہمیں دیکھا ہے؟ دیکھئے ہم سے سنے بغیر ہمارے خلاف گواہی مت دیجئے۔ یہ آپؒ کا انتہائی مختصر ارشاد ہے مگر اپنے اندر شفقت، درگزر، بحث و تحقیق کا طریقہ اور علم کثیر جیسے مفاہیم لئے ہوئے ہے۔ "یابنی" پیارے بیٹے کا لفظ شفقت و مہربانی کا ترجمان ہے اور دل میں موجود میل کو ختم کر دیتا ہے، جسے بھی اس انداز سے مخاطب کیا جائے اس کے اندر نیک جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ پھر نہ تو وہ زیادتی کرتا ہے اور نہ ہی تعصب سے کام لیتا ہے۔ امام موصوف کے آخری الفاظ تو اپنے اندر انتہائی درجہ کی منطقی مہارت رکھتے ہیں جسے ہر مخالف کو ماننے پر مجبور ہونا پڑتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ رہنمائی بھی ہے کہ صحیح عادلانہ فیصلہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ واقعہ کی حقیقت کو اس کے مصدرِ اصلی سے سمجھا جائے، تاکہ اضافہ کرنے، غلط معنی پہنانے اور کم فہمی سے آدمی محفوظ رہے۔

امام محمدؒ جب عیسیٰ کو یہ نصیحت فرما چکے تو اس نے آپؒ سے حدیث کے پندرہ مسائل دریافت کیے جن کے جوابات امام موصوف نے اس طرح دیئے گویا آپ ان کے ماہر اور ان کی تمام باریکیوں پر پوری گرفت رکھتے ہیں۔ چنانچہ جب عیسی باہر نکلے تو ابنِ سماعہ سے کہا: میرے اور نور کے درمیان ایک پردہ حائل تھا جو اب دور ہو گیا ہے۔ (۴۷) پھر اس نے پوری باقاعدگی کے ساتھ امام سے وابستگی اختیار کی یہاں تک کہ فقیہ بن گیا اور امام محمدؒ کے نابغہ روزگار اور کثرت سے اجتہاد کرنے والے تلامذہ میں شمار ہونے لگا۔

امام محمدؒ انتہائی سخی تھے۔ انہوں نے اپنے مال میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ جس کو بھی مدد اور تعاون کا مستحق سمجھتے دل کھول کر اس کی مدد کرتے۔ آپؒ کی جود و سخا کے کچھ واقعات صرف آپؒ کے چند تلامذہ کی زبانی ہی ہم کو معلوم ہوئے ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ امام موصوف کی نشو و نما ایسے اخلاق پر ہوئی جو تنگ دلی اور مال و دولت سے متنفر تھا، اور جود و سخا کا عاشق تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام محمدؒ اپنی سخاوت اور بے پناہ دولت کے باوجود اپنے اخراجات میں میانہ روی اختیار کرتے تھے اور فضول خرچی سے اجتناب کرتے تھے۔ یہ آپ کی احتیاط اور حسن تصرف کا ایک پہلو ہے۔ اسی کو کہتے ہیں "بخشش و سخاوت کرنا بغیر بے قوفی کے" اور خرچ میں میانہ روی اختیار کرنا بغیر بخیل کے"

امام محمدؒ اپنی سرگرم علمی جدوجہد اور محنت کے ساتھ ساتھ اپنے رفقا پر مہربان اور اپنے قریبی لوگوں کے لئے انتہائی نرم انسان تھے۔ بعض اوقات بغیر فحش کلامی کے مزاح بھی کیا کرتے تھے۔ امام شافعیؒ نے خوش مزاجی کو آپؒ کا وصف بتایا ہے۔ (۷۴) یہ محض اس لئے تھا کہ امام محمدؒ خندہ جبیں، پاکیزہ زبان، پاکیزہ دل اور صاف باطن جیسی صفات سے متصف تھے۔

بلاشبہ قوتِ عمل، علو ہمت، کریمانہ اخلاق، تواضع اور حلم امام محمدؒ کی امتیازی اور نمایاں صفات تھیں۔ یہ صفات پوری آب و تاب کے ساتھ آپ کی شخصیت میں جلوہ گر رہیں۔ نہ ان میں کبھی پیچیدگی آئی، نہ کوئی اضطراب اور نہ ہی دورنگی کا ان میں گزر ہوا۔ آپ کی شخصیت وہ معتدل و متوازن شخصیت تھی جو اپنے اور غیروں کے ساتھ ظاہر و باطن کی یک رنگی اور سلامتی کے ساتھ زندہ رہی۔

امام محمدؒ کی شخصیت ایسی شخصیت تھی جو اپنی اخلاقی اور باطنی خوبیوں کی بدولت مقام بلند پر فائز رہی۔ آپؒ علم میں کامل ہونے کے ساتھ ساتھ ذہنی اور معاشرتی خصائص سے بھی پوری طرح باخبر تھے۔ یہی وہ خصائص ہیں جن کی وجہ سے امام موصوف فکر اسلامی اور تہذیب انسانی کی تاریخ میں بہت بلند اور قابل رشک مقام پر فائز نظر آتے ہیں۔ (۷۵)

رحمه الله رحمة واسعة۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مصادر و حوالہ جات

۱۔ بلوغ الامانی فی سیرۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی، ص ۴۔ الخانجی۔

۲۔ مفتاح دار السعادۃ ج ۲، ص ۱۰۷۔ مناقب الامام الاعظم للکردری، ج ۲، ص ۱۴۷، طبع الهند

۳۔ مقدمہ کتاب شرح السیر الکبیر، ص ۸

۴۔ وفیات الاعیان، ص ۳، ص ۳۲۴، الوافی بالوفیات، ج ۲ص ۳۳۴، شذرات الذهب ج ۱:
ص ۳۲۱، طبع المقدسی، الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء ص ۱۷۴، التاج المکلل، ص ۱۷۴۔

۵۔ المبسوط ج ۲، ص ۹۶ طبع ساسی

۶۔ ایضاً ج ۲، ص ۱۵۵، طبع هندوستان

۷۔ ص ۱۱۴، طبع بغداد

۸۔ ج ۳، ص ۳۲۴، تهذیب الاسماء واللغات ج ۱ص ۸۲، طبع المنیریۃ

۹۔ الطبقات الکبری، ج ۷، قسم ثانی، ص ۷۸، طبع لیدن

۱۰۔ تاریخ الطبری ج ۳، ص ۲۵۲۱ طبع یورپ

۱۱۔ العبر فی خبر من غبر للذهبی ج ۱ص ۳۰۲ طبع کویت

۱۲۔ جواهر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ ج ۲، ص ۴۲ طبع هندوستان، تاج التراجم ص ۵۴، طبع بغداد ۱۹۶۲ء،
وفیات الاعیان ج ۱، ص ۵۷۴، اللباب فی تهذیب الانساب، ج ۲، ص ۳۶، المختصر فی اخبار
البشر المشهور بتاریخ ابی الفتاء ج ۲، ص ۱۸، طبع الحسینیۃ، النجوم الزاهرۃ ج ۵، ص ۱۳۰، طبع
دار الکتب، المستدرک علی الکشاف عن مخطوطات خزانۃ الوقاف ص ۱۰۲، طبع بغداد ۱۹۶۵ء،

۱۳۔ تاریخ الطبری ج ۳، ص ۲۵۲۱ طبع یورپ

۱۴۔ بلوغ الامانی ص ۵

۱۵۔ الزواج والطلاق فی جمیع الادیان از شیخ عبد اللہ المراغی، ص ۱۱۲، طبع المجلس الاعلی للشئون الاسلامیۃ

۱۶۔ جزیل المذاهب فی اختلاف المذاهب للسیوطی، ص ۱۰، مخطوطہ نمبر ۷۰، اصول تیمور،
مقدمۃ الاثار، ص ۱۲، بلوغ الامانی، ص ۴۔

۱۷۔ الفهرست ص ۲۰۳، طبع لیبزج، ۱۸۷۲م، تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۷۲، الجرح والتعدیل لابی
حاتم رازی القسم الثانی، ج ۳، ص ۲۲۷، طبع الهند، تاریخ الخمیس فی احوال النفس ج ۲، ص ۳۳۳،
طبع الوهبیۃ، القاهرۃ ۱۲۸۳ھ، الطبقات السنیۃ فی طبقات الحنفیۃ مخطوطہ تیموریۃ نمبر ۴۵۰،

۱۸۔ M,Khadduor:The Islamic Law of Nations,
Shayani's &Siyar 1966,U.S.A

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۹۔ ج ۴، ص ۲۳۸ طبع روضۃ الشام ۱۳۳۲ھ

۲۰۔ بلوغ الامانی، ص ۵

۲۱۔ ج ۴، ص ۲۳۸، تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر

۲۲۔ شذرات الذھب، ج ۱، ص ۲۲۷، مصباح السعادۃ، ج ۲، ص ۱۰۷۔

۲۳۔ ضحیٰ الاسلام ج ۲، ص ۵۴

۲۴۔ ابو زکریا الفراء ومذھبہ فی النحو واللغۃ ص ۱۱۱

۲۵۔ مقدمہ کتاب السیر الکبیر، ص ۹

۲۶۔ المبسوط ج ۲، ص ۹۶

۲۷۔ ج ۲، ص ۳۳

۲۸۔ ج ۲، ص ۱۵۵

۲۹۔ مقدمقدمۃ الاثار، ص ۱۸

۳۰۔ بلوغ الامانی، ص ۶

۳۱۔ مناقب الامام الاعظم، ج ۲، ص ۱۵۵، بلوغ الامانی، ص ۶

۳۲۔ مقدمقدمۃ الاثار، ص ۱۸

۳۳۔ مناقب الامام الاعظم، ج ۲، ص ۱۵۵، بلوغ الامانی، ص ۶

۳۴۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۴۰۲، حسن التقاضی از شیخ کوثری، ص ۱۲، طبع الخانجی

۳۵۔ حوالہ سابق

۳۶۔ مقدمہ کتاب السیر الکبیر، ص ۱۰

۳۷۔ الطبقات الکبری، ج ۷، ص ۲۷۸، الفہرست ص ۲۰۳

۳۸۔ الاثار الجلیلۃ فی الاسامی الحنفیۃ مخطوط تیمور نمبر ص ۵۶

۳۹۔ الجواھر المضیۃ ج ۱، ص ۲۴۳، ابو حنیفہ ص ۲۱۷ ۴۰۔ بلوغ الامانی، ص ۷

۴۱۔ الاصل ص ۱۲۔۶۷ مخطوطہ نمبر ۲۰۰، دار الکتب قولہ از ڈاکٹر شفیق شحاتہ طبع جامعہ قاھرۃ

۴۲۔ مقدمہ کتاب السیر الکبیر، ص ۹ ۴۳۔ ابو حنیفہ، ص ۱۹۶

۴۴۔ الامام الاوزاعی فقیہ اھل الشام، ص ۶۳

۴۵۔ مجلۃ الرسالۃ الاسلامیۃ العدد ۳۶، ص ۷۵، طبع بغداد

۴۶۔ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۷۴، مناقب الکردری، ج ۲، ص ۱۵۸، الطبقات السنیۃ، ج ۳، ص ۲۹۰

۴۷۔ حوالہ سابق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۸۔ الوافی بالوفیات، ج ۲، ص ۳۳۴ ۴۹۔ حوالہ سابق

۵۰۔ الفکر السامی، ج ۲، ص ۲۰۸

۵۱۔ مناقب الامام الاعظم، ج ۲، ص ۱۵۸، مقدمہ کتاب الاکتساب فی الرزق المستطاب از محمد عرنوس

۵۲۔ مفتاح السعادۃ، ج ۲، ص ۱۰۹، بلوغ الامانی، ص ۷

۵۳۔ المبسوط، ج ۱، ص ۱۳۱

۵۴۔ بلوغ الامانی، ص ۷۳

۵۵۔ مقدمہ کتاب السیر الکبیر، ص ۱۳

۵۶۔ الاثار الجلیلۃ فی الاسماء الحنفیۃ، ورقۃ ۱۲۶

۵۷۔ مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ وصاحبیہ للذھبی، ص ۵۵

۵۸۔ مقدمہ کتاب السیر الکبیر، ص ۱۳

۵۹۔ الاثار الجلیلۃ فی الاسماء الحنفیۃ، ورقۃ ۱۲۴

۶۰۔ تاریخ الادب العربی، ج ۳، ص ۲۴۶

۶۱۔ الطبری، ج ۳، ص ۲۱۹ طبع یورپ

۶۲۔ بلوغ الامانی، ص ۴۱

۶۳۔ ڈاکٹر حمید اللہ کی تحقیق، شائع شدہ مجلہ Islam Medeniyeti شمارہ جون ۱۹۶۹ء

۶۴۔ تاریخ الطبری، ج ۸، ص ۳۱۴

۶۵۔ الاطلس التاریخی، از استاذ محمد رفعت

۶۶۔ Islam Medeniyeti,5

۶۷۔ حوالہ سابق ۶۸۔ حوالہ سابق، ص ۴۶

۶۹۔ الاثار الجلیلۃ فی الاسماء الحنفیۃ ورقۃ ۷۵، الطبقات السنیۃ ج ۳ ورقۃ ۲۹۶

۷۰۔ تاریخ الطبری، ج ۸، ص ۲۱۴

۷۱۔ الامام محمد بن حسن الشیبانی واثرہ فی الفقہ الاسلامی، از ڈاکٹر محمد الدسوقی، ص ۷۰، طبع قاھرہ

۷۲۔ بلوغ الامانی، ص ۴۸

۷۳۔ اخبار الصمیری، ص ۶۴۔۶۵۔ بلوغ الامانی، ص ۴۸

۷۴۔ حوالہ سابق

۷۵۔ الامام محمد بن حسن الشیبانی واثرہ فی الفقہ الاسلامی، (پی ایچ ڈی مقالہ) از ڈاکٹر محمد الدسوقی
ص ۱۳۲، طبع دار الثقافۃ دوحہ ۱۴۰۷ھ۔ ۱۹۸۷ء

© rasailojaraid.com